پاکستان: اسلامی یا سیکولر ریاست؟

ڈاکٹر اختر حسین عزمی ؂

قائداعظمؒ نے واشگاف لفظوں میں اس حقیقت کا اظہار کیا کہ تحریک پاکستان کا مقصد صرف 'آزادی' نہیں بلکہ 'اسلامی نظریہ' ہے۔ سیکولر تہذیب کے علَم برداروں، انگریز اور کانگریس سے اس اصول کو تسلیم کرا لینا اور مغربی تہذیب کے غلبے کے دور میں، جو مذہب اور ریاست کی علیحدگی کے اصول پر قائم ہے، اس نظریے کی بنیاد پر ایک آزاد ریاست کا قیام ملت اسلامیہ پر اللہ کا خصوصی کرم تھا۔ لیکن پاکستان میں سیکولر سوچ کا حامل ایک قلیل گروہ اس بنیاد کو کمزور اور پاکستان کے حقیقی وژن کو غبار آلود کرنے کے لیے مسلسل پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے کہ قائداعظمؒ تو پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے، اور نظریۂ پاکستان اور 'اسلام' محض انتہا پسند ملاؤں کی اختراع ہے۔ اس بات کو بعض سادہ لوح علما نے بھی قبول کر لیا کہ قائداعظمؒ محض ایک سیاسی رہنما تھے اور ان کے پیش نظر کوئی اسلامی نظریہ نہ تھا۔

قائداعظمؒ کی جس تقریر کی بنیاد پر ان کے تصوّرِ ریاست کو سیکولر قرار دیا جاتا ہے وہ ان کی ۱۱ راگست ۱۹۴۷ء کی تقریر ہے۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

You are free to go to your temples, you are free to go to your mosques or to any other places of worship in this state of Pakistan.

اب آپ آزاد ہیں۔ اس مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں: اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں ـــــ مزید فرمایا:

؂ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ، لاہور

میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اس بات کو ایک نصب العین کے طور پر اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو، ہندو رہے گا نہ مسلمان، مسلمان۔ مذہبی اعتبار سے نہیں، کیوں کہ یہ ذاتی عقائد کا معاملہ ہے، بلکہ سیاسی اعتبار سے اور مملکت کے شہری کی حیثیت سے۔(قائداعظم: تقاریر و بیانات، ترجمہ: اقبال احمد صدیقی، بزمِ اقبال، لاہور، جلد چہارم، ۱۹۴۶ء-۱۹۴۸ء، ص ۳۵۹-۳۶۰)

یہ ہیں وہ الفاظ جن کی بنیاد پر قائداعظمؒ کے ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے تمام ارشادات کی نفی کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہاں ان کا مقصد غیرمسلم اقلیتوں کو اس امر کا اطمینان دلانا ہے کہ تمام غیرمسلم اقلیتوں کو اس نئی اسلامی ریاست میں عقیدہ وعبادات اور معاشرتی و مذہبی رسوم ورواج کی ادایگی کی پوری آزادی ہوگی، نیز پاکستان میں کسی کو مذہبی جبر کا اختیار نہ ہوگا۔ قائداعظمؒ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی اکثریت کے ملک میں قانون سازی اسلامی اقدار کو سامنے رکھ کر ہی کی جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء میں جب 'قراردادِ مقاصد' پاس ہوئی تو اس میں وہ تمام باتیں شامل تھیں جو کسی بھی اسلامی دستور کا حصّہ ہونا چاہییں۔

اب یہ بات انصاف کے منافی ہے کہ ایک شخص کے ایک جملے یا اقتباس کو لے کر اس کے دس سالہ تمام فرمودات اور اعلانات کی نفی کر دی جائے۔ قائداعظمؒ کے بارے میں اس بات کو تو دوست دشمن سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دہرے کردار کے حامل سیاستدان نہ تھے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے محض لوگوں کے جذبات کو اپیل کرنے کے لیے اسلام کا نام لیا، بہت بڑی جسارت ہے۔ ذیل میں ہم قائداعظمؒ کے ان ارشادات کو پیش کرتے ہیں، جن سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ قائداعظمؒ نہ صرف اسلام کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے اور پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے قائل تھے بلکہ وہ مغربی جمہوریت اور مغربی نظامِ معیشت سے نالاں تھے۔ بزمِ اقبال لاہور نے ان کے اخباری بیانات اور تقاریر اور ان کے ترجمے کو چار چار جلدوں میں شائع کیا ہے جن میں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اسلام ایک حقیقت پسند اور عملی نظام

قائداعظمؒ دینِ اسلام کو محض ایک پوجا پاٹ کا مذہب تصور نہ کرتے تھے بلکہ وہ اسے اجتماعی

زندگی کا مکمل ضابطہ تصور کرتے تھے۔ وہ دین اسلام کو محض ایک مذہبی نظریہ نہیں بلکہ ایک حقیقت پسند اور عملی نظام تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ۳ فروری ۱۹۳۸ء کو طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> اسلام کے معنی صرف دین نہیں ہے۔ اسلام کا مطلب ہے ایک ضابطہ جس کا دنیا میں اور کوئی ثانی موجود نہیں ہے۔ یہ ہے ایک مکمل قانونی اور عدالتی نظام اور معاشرتی اور معاشی نظام۔ اس کے اساسی اور بنیادی اصول ہیں مساوات، اخوت اور آزادی۔

قائداعظمؒ کے نزدیک اسلام محض روحانی نظریہ نہیں بلکہ انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی نظام ہے۔ ۸ ستمبر ۱۹۴۵ء میں قائداعظمؒ کے 'پیغام عید' کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> اسلام محض روحانی عقائد اور نظریات یا رسم و رواج کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور پورے مسلم معاشرے پر محیط ہے۔ زندگی کے ہر شعبے پر من حیث المجموع اور انفرادی طور پر جاری وساری ہے۔

کیا ان خیالات کے حامل شخص کو کسی طرح بھی سیکولر کہا جاسکتا ہے اور ان خیالات کا اظہار آپ نے پاکستان کے قیام سے صرف دو سال قبل کیا ہے۔

قرآن ایک مکمل اجتماعی ضابطہ

قائداعظمؒ بھی علامہ اقبالؒ کی طرح قرآن کو روز مرّہ کے مسائل کا حل اور اجتماعی وانفرادی زندگی کا رہنما تسلیم کرتے تھے۔ ان کی نظر میں قرآن مسلمانوں کو سماجی وسیاسی، معاشی وعسکری، عدالتی و تعلیمی میدانوں میں، نیز مذہبی رسوم سے لے کر روز مرہ زندگی تک، روحانی نجات سے لے کر جسمانی صحت تک، اخلاقیات سے لے کر جرم وسزا تک ہر معاملے میں رہنمائی دیتا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنے 'عید کے پیغام' میں اس پر تفصیلی انداز سے فرمایا:

> ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام صرف مذہبی اور اخلاقی اُمور تک محدود نہیں ہیں۔ گبن کے بقول: اٹلانٹک سے گنگا تک قرآن کو ایک بنیادی ضابطے کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، نہ صرف دینیات کے اعتبار سے بلکہ سول اور فوجداری ضابطوں اور ایسے قوانین کے لحاظ سے جو بنی نوع انسان کے افعال اور املاک پر اللہ تعالیٰ کے غیر مبدل قوانین کے طور پر محیط ہے۔ جہلا کے سوا ہر شخص اس امر سے واقف ہے کہ قرآنِ کریم

مسلمانوں کا عام ضابطۂ حیات ہے۔ ایک دینی، معاشرتی، سول، تجارتی، فوجی، عدالتی، فوجداری ضابطہ ہے۔ رسوم مذہب ہی سے متعلق نہیں بلکہ روزانہ زندگی سے متعلق بھی۔ روح کی نجات سے لے کر جسمانی صحت تک، حقوق العباد سے لے کر فردِ واحد کے حقوق تک، اخلاقیات سے لے کر جرائم تک، اس دنیا میں سزا سے لے کر عقبیٰ میں سزا تک۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لازمی قرار دیا کہ ہر مسلمان کے پاس قرآنِ کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی رہنمائی خود کر سکے۔

پیغمبرؐ اسلام عظیم قانون ساز

قائداعظمؒ نے ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو سبّی دربار بلوچستان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون (Law Giver) پیغمبرؐ اسلام نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔

جُدا ہو دیں سیاست سے . . .

سیکولر ازم کو جس بات سے سب سے زیادہ چڑ ہے، وہ اجتماعی وسیاسی معاملات میں دین ومذہب کا کردار ہے، جب کہ انسانوں کی اصلاح وتربیت کے لیے اسلام کے پیش نظر جو انقلاب برپا کرنا ہے وہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک سیاست کو دین کے تابع نہ کر دیا جائے ورنہ بقول اقبال ع

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

قائداعظمؒ پر مخالفین نے ایک الزام یہ لگایا کہ وہ سیاست کے اندر مذہب کو لا رہے ہیں جیسے کہ آج بھی نفاذِ اسلام چاہنے والوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ قائداعظمؒ بجائے اس پر کسی قسم کا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے، اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے دین میں سیاست دین کے تابع ہے۔ یکم جنوری ۱۹۳۸ء کا ایک بیان ملاحظہ ہو:

بہت سے لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں، بالخصوص ہمارے ہندو دوست۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام کا پرچم ہے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سیاست

میں مذہب کو داخل کر رہے ہیں ــــ یہ ایک حقیقت ہے جس پر ہمیں فخر ہے!

جمہوریت مگر کیسی...؟

قائداعظمؒ کے بارے میں عمومی تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ وہ مغربی جمہوریت کے دل دادہ تھے۔ حالاں کہ جمہوریت پسند ہونے کے باوجود وہ مغربی جمہوریت سے سوفی فیصد متفق نہ تھے۔ ان کے نزدیک ڈیموکریسی گرگٹ کی طرح ہے جو حالات اور ماحول کے مطابق اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۳۹ء کو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ان کا شائع شدہ بیان ملاحظہ ہو جس میں وہ مغربی جمہوریت کے بجاے اسلامی مساوات اور آزادیِ اظہار کی تائید کرتے ہیں:

> جمہوریت تخیل کے طور سے اور عمل کے اعتبار سے مختلف ہے، اور جمہوریت گرگٹ کی مانند ہے، جو ماحول کے مطابق اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ انگلستان میں جمہوریت اس وضع کی نہیں ہے جیسی کہ فرانس اور امریکا میں ہے۔ اسلام مساوات، آزادی اور اخوت کا قائل ہے، لیکن مغربی طرز کی جمہوریت کا نہیں۔

قائداعظمؒ کس قسم کی جمہوریت چاہتے تھے وہ ہے اسلامی شورائیت۔ چنانچہ ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو سبّی دربار بلوچستان سے خطاب میں فرمایا:

> ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہییں۔ اسلام کا سبق ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی مشورے سے کیا کرو۔

مسلم قومیت کی بنیاد ــــ صرف اسلام

سیکولرازم قومیت کی بنیاد رنگ، نسل، وطن اور زبان کو قرار دیتا ہے لیکن اسلام قومیت کی ان تمام بنیادوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ علی گڑھ یونی ورسٹی میں ۸ مارچ ۱۹۴۴ء کو اپنے خطاب میں فرمایا:

> مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے، نہ وطن، نہ نسل۔ جب ہندستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہ رہا تھا، وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور کیا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی اور نہ انگریزوں کی چال ــــ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

قومیت کی بجائے ملّت اسلامیہ

قائداعظمؒ قومیت کے مغربی تصور کی بجائے ملّت اسلامیہ کے نظریے کے داعی تھے۔ ۲ جنوری ۱۹۳۸ء کو پرچم کشائی کے بعد جلسۂ عام سے خطاب کیا جس میں عالمی ملت اسلامیہ کے ساتھ اظہار یک جہتی کی جھلک نظر آتی ہے:

> پرچم آپ کے وقار کی، مسلمانوں کے وقار کی اور اسلام کے وقار کی علامت ہے۔ مسلم لیگ کا پرچم اسلام کا پرچم ہے۔ یہ نئی چیز نہیں۔ یہ گذشتہ ۱۳ سو برس سے موجود ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے ہم اسے فراموش کر بیٹھے تھے۔ اس پرچم کو بلند کرنے کا مطلب ہے اپنے وقار کو بلند کرنا۔

عالم اسلام کے اتحاد کے نقیب

قائداعظمؒ پوری ملت اسلامیہ کی وحدت کے علَم بردار تھے۔ New York Times میں ۱۳ فروری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ کا ایک انٹرویو شائع ہوا۔ نامہ نگار نے قائد سے پوچھا کہ عربوں کے ساتھ آپ کی ہمدردی کا کیا تصور ہے؟ قائداعظمؒ نے جواب دیا:

> اگر برطانیہ کی جانب سے فلسطین کے متعلق قرطاس ابیض میں اعلان کردہ حکمت عملی سے انحراف ہوا تو مسلمانانِ ہند خاموش تماشائی بنے نہیں رہ سکتے، اور وہ ہر ممکن طریقے سے عربوں کی حمایت کریں گے۔

''یعنی عربوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے طاقت بھی استعمال کرنا پڑی تو کریں گے''۔

قائداعظمؒ جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کے شخص کا ایسی انتہائی بات کہنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ عالم اسلام کی بقا کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ کیا ایسی بات کوئی سیکولر لیڈر کہہ سکتا ہے؟

پاکستان کا مقصد ــــ اسلامی تجربہ گاہ کا قیام

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۱/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان کے اعلیٰ افسروں سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

> پاکستان کو معرض وجود میں لانا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصد کے حصول کے ذریعے کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد

انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں پھلے پھولے ۔ اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں کو پوری طرح پنپنے کا موقع مل سکے۔

۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے اسی بات کا اعادہ کیا:

اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

واحد تمنّا ــــ خدمت اسلام

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کو خطاب کرتے ہوئے اسلام کی خدمت کو اپنی زندگی کی واحد تمنّا قرار دیا۔ ۲۱ /اکتوبر ۱۹۳۹ء کے روزنامہ انقلاب لاہور کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

میری زندگی کی واحد تمنّا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد و سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غدّاری نہیں کی ۔ میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طلبگار نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، میرا ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں علمِ اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔

اقلیتوں کا تحفظ حکمِ قرآن ہے

قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کی صورت میں اقلیتوں کو یہ اطمینان دلایا کہ ان کے ساتھ شودروں جیسا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ اپنے اس عہد کی تائید میں انھوں نے قرآنی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا حوالہ دیا۔ ۲۹ مارچ ۱۹۴۴ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع شدہ رپورٹ ملاحظہ ہو:

کوئی حکومت اقلیتوں میں احساسِ تحفظ اور اعتماد پیدا کیے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔ کوئی حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی جس کی حکمت عملی اور پروگرام اقلیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ، ناروا اور ظالمانہ ہو۔ ایک نمایندہ قسم کی حکومت کی کامیابی کی کسوٹی یہ ہے کہ اقلیتوں کو

یہ احساس ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم دنیا کے کسی مہذب ملک سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ مجھے اعتماد ہے کہ جب وقت آئے گا ہمارے وطنوں میں اقلیتیں یہ محسوس کریں گی کہ ہماری روایات، ہمارا ورثہ اور اسلام کی تعلیمات نہ صرف مناسب اور منصفانہ ہوں گی بلکہ فیاضانہ!

مغرب کے معاشی نظام کی بجائے اسلامی معیشت

قائداعظمؒ کی نظر میں مغرب کا معاشی نظام انسانیت کو خوش حال بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ انھوں نے ملک کے معاشی نظام کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے سٹیٹ بنک میں ایک شعبۂ تحقیق قائم کیا۔ یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اس کی افتتاحی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے اس بات سے بہت دل چسپی رہے گی کہ میں معلوم کرتا رہوں کہ یہ ریسرچ سیل بنکاری کے ایسے طریق کار کیوں کر وضع کرتا ہے جو سماجی و معاشی زندگی کے اسلامی نظریات کے مطابق ہوں۔ مغربی معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ مغربی نظام انسانوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں کش مکش اور چپقلش دُور کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اگر ہم نے معیشت کا مغربی نظام اختیار کیا تو عوامی خوش حالی کی منزل ہمیں حاصل نہ ہو سکے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے معاشی نظام پیش کرنا ہے جو مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر قائم ہو۔ ایسا کر کے گویا ہم مسلمان کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیں گے۔

ان خیالات کے حامل شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پاکستان کو مغربی تصور کے مطابق سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے، صریحاً علمی بد دیانتی ہے کہ ۳۷ء سے ۴۷ء تک ان کی ساری جدوجہد میں سوائے ایک اقتباس کے کوئی ایسی بات نہیں جو بظاہر سیکولرازم کی حمایت میں ہو۔ اور جس جملے پر یہ ساری عمارت تعمیر کی جا رہی ہے، اس سے یہ مفہوم اصل عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

قائداعظم —— اسلام کی تلوار

مغربی لباس میں ملبوس انگریزی میں گفتگو کرنے والا یہ شخص بظاہر بود و باش کے اعتبار سے

سیکولر نظر آتا تھا، مگر اس مغربی لباس کے اندر کے انسان کو دشمن بھی اسلام کا سپاہی تصور کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک دس رکنی وفد ہندستان کے سیاسی زعما کے موقف کو سمجھنے کے لیے آیا۔ اس وفد کے ایک رکن مسٹر سورنسن نے بعد میں *My Impression of India* نامی کتاب لکھی جس میں اس نے ۱۰ رجنوری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قائداعظمؒ کو سیکولر نیام میں رکھی ہوئی اسلام کی تلوار قرار دیا۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

He (Mr. Jinnah) is a sword of Islam resting in a secular scabbard.

سیکولر عناصر کا یہ کہنا بھی ایک مغالطہ آمیزی ہے کہ علما کی اکثریت نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی یا قائداعظمؒ علما کے خلاف تھے۔ علما کے ایک طبقے نے اگر کانگریس کا ساتھ دیا تو علما و مشائخ کے ایک بڑے طبقے نے اپنے اپنے انداز میں دوقومی نظریے اور تحریک پاکستان کے فروغ کے لیے خدمات انجام دیں۔ اور اس میں ہر مسلک اور مکتب فکر کے علما نے قائداعظمؒ کے شانہ بشانہ جدوجہد کی: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ، مولانا اطہر علیؒ، مولانا راغب احسنؒ، مولانا ابن الحسن جارچویؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ، پیر جماعت علی شاہؒ، پیر صاحب مانکی شریفؒ، پیر صاحب زکوڑی شریفؒ، مولانا داؤد غزنویؒ وغیرہ نے عوامی سطح پر لوگوں کو تحریک پاکستان کا پشتیبان بنایا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے کانگریسی علما کے متحدہ قومیت کے نعرے کو مدلل انداز میں چیلنج کیا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تحریک کی تائید کی۔ اسی لیے ان کے انتقال پر مسلم لیگ کی مرکزی ورکنگ کمیٹی نے قائداعظمؒ کی زیرصدارت ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ قیامِ پاکستان کے صرف چار ماہ بعد مولانا مودودیؒ سے ریڈیو پاکستان پر اسلام کے اخلاقی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور روحانی نظام پر تقاریر اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ ان تاریخی حقائق کو جھٹلائے بغیر قائداعظمؒ کو سیکولر سٹیٹ کا حامی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قائداعظمؒ کے واضح نظریات اور نظریۂ پاکستان کے بارے میں نئی نسل کو ابہام اور کنفیوژن کا شکار کرنے والے ملک و قوم کی کوئی صحیح خدمت نہیں کر رہے۔

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)